Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
June 30, 2026

An Investigative Review of the Rhetorical Style of Tafsir Bayan ul Quran

تفسیر بیان القرآن کے بلاغی منہج کا تحقیقاتی جائزہ

Dr. Marvah Iqbal
Assistant Professor, Government Graduate College (W) Rakh Chabeel Manawan, Lahore
Email: marvah87@gmail.com

Muhammad Talha Tahir
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, Lahore Leads University, Lahore
Email: muhammadtalhatahir82@gmail.com

Dr. Muhammad Iqbal
Professor, Chairperson Department of Islamic Studies, Lahore Leads University, Lahore
Email: hod.isl@leads.edu.pk

Abstract

Rhetoric refers to the use of language in speech or writing, especially in speech, with both external and internal qualities. This is such a miraculous aspect of the Qur'an, without the understanding of which it becomes impossible to reach the real meaning and purpose of the divine word. That is why the commentators of every age have adopted the style of rhetorical explanation of the Qur'anic verses while interpreting the Qur'an."Bayan ul Quran" is one such rhetorical commentary of the 20th century in which Maulana Muhammad Ashraf Ali Thanvi has shed light on the rhetorical aspect of the verses in great detail. Therefore, in this article, the rhetorical method of Maulana Muhammad Ashraf Ali Thanvi's commentary "Bayan ul Quran" is presented.

Key Words: Rhetoric, Bayan Ul Quran, Ashraf Ali Thanvi

تمہید:

بلاغت تقریر یا تحریر خصوصاً خطاب میں زبان کو ظاہری اور باطنی خوبیوں کے ساتھ استعمال کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ قرآن کا ایک ایسا اعجازی پہلو ہے جس کے فہم کے بغیر کلام الٰہی کے اصل مراد اور منشاء تک پہنچنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہر دور کے مفسرین نے قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کے

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

اُسلوب کو اختیار کیا ہے۔ "بیان القرآن" بیسویں صدی کی ایک ایسی ہی بلاغی تفسیر ہے جس میں مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے آیات کے بلاغی پہلو پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ لہٰذا اِس آرٹیکل میں مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر "بیان القرآن" کے بلاغی منہج کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

بیان القرآن کے بلاغی منہج کا جائزہ

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی "بیان القرآن" میں آیاتِ قرآنیہ کی بلاغی تفسیر کو بیان کرنے کے منہج اور اُسلوب کا جائزہ لیا جائے گا۔

تفسیر بیان القرآن

"بیان القرآن" مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ایک انتہائی جامع، مستند، بااعتماد، پُر مغز کثیر الفوائد تفسیر ہے۔ جسے مولانا نے مختلف تراجم قرآن، مختصر حواشی اور تفاسیر کے بعد ایک مکمل ترجمہ و تفسیر کی صورت میں اڑھائی سال کے عرصے میں مکمل فرمایا۔ اسے مولانا نے ربیع الاول ۱۳۲۰ھ کو لکھنا شروع کیا تھا۔() لیکن درمیان میں چھوڑ دیا اور پھر ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں لکھنا شروع کیا اور ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۸ء میں مکمل کیا اور ۱۳۲۶ھ میں یہ تفسیر شائع ہو گئی۔()

تفسیر کی زبان

"بیان القرآن" کے ترجمہ و تفسیر کی زبان اردو ہے، لیکن عربی اور فارسی کا رنگ غالب ہے۔ لغت، بلاغت، فقہی اختلافات، قرأت وغیرہ عربی زبان میں بیان کیے ہیں تاکہ عام قاری جو ان علوم پر دسترس نہیں رکھتا وہ ان کی طرف راغب نہ ہو لیکن متوسط درجے کا طالب علم ان سے اساتذہ کے زیرِ سایہ استفادہ حاصل کر سکتا ہے۔

تفسیر لکھنے کا سبب

اس تفسیر کا سببِ تالیف مولانا مقدمہ تفسیر میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"بہت روز سے خود بھی اور احباب کے اصرار سے بھی گاہ گاہ خیال ہوا کرتا تھا کہ کوئی مختصر تفسیرِ قرآن مجید کی لکھی جاوے جو ضروریات کو حاوی اور زوائد سے خالی ہو مگر تفاسیر و تراجم کی کثرت کو دیکھ کر اس کو امرِ زائد سمجھتا تھا۔ اسی اثناء میں نئی حالت یہ پیش آئی کہ بعض لوگوں نے محض تجارت کی غرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن کے ترجمہ شائع کرنا شروع کیے جن میں بکثرت مضامین خلاف قواعد شرعیہ بھر دیے۔ جن سے عام مسلمانوں کو بہت مضرت پہنچی۔"() لہٰذا ۱۳۲۰ھ میں تفسیر لکھنا شروع کر دی۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

تفسیر کے ماخذ

ماخذ کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں۔

اس تفسیر کے لکھنے کے وقت یہ کتابیں میرے پاس رہتی تھیں۔ بیضاوی، جلالین، تفسیر رحمانی، اتقان، معالم التنزیل، روح المعانی، مدارک، خازن، تفسیر فتح المنان (تفسیر حقانی)، تفسیر ابن کثیر، لباب، در منثور، کشاف، قاموس، بعضے تراجم قرآن۔۔۔اور ضرورت کے وقت کتب حدیث و فقہ و سیر کی مراجعت بھی کی جاتی تھی۔

تفسیر بیان القرآن میں علامہ کے پیش نظر امور

اوّل: قرآن مجید کا آسان ترجمہ کیا، جس میں قابل فہم ہونے کے ساتھ تحت لفظی کی بھی رعایت ہے۔

دوم: ترجمہ میں خالص محاورات استعمال نہیں کیے بلکہ کتابی زبان لی ہے کہ فصاحت کے ساتھ اس میں سلاست بھی ہے۔

سوم: نفسِ ترجمہ کے علاوہ جس مضمون کو توضیح و تحقیق کیلئے ضروری سمجھا اس کو "ف" بنا کر بڑھا دیا ہے۔

چہارم: جس آیت کی تفسیر میں بہت سے اقوالِ مفسرین ہیں، ان میں سے جس کو ترجیح معلوم ہوئی صرف اسی کو لے لیا اور بقیہ سے غرض نہیں کیا۔

پنجم: مطلب قرآنی کی تقریر کہیں تو اس طرح کی ہے کہ مضمون کا ارتباط خود ظاہر ہو جاوے اور کہیں ایک سُرخی ربط کی لکھ کر اس کی تقریر کر دی گئی ہے۔

ششم: اختلافات کی تفسیر میں صرف مذہب حنفی لیا گیا ہے اور بقیہ مذاہب بشرط ضرورت حاشیہ میں لکھ دیے۔

ہفتم: نفع عوام کے ساتھ افادہ خاص کا بھی خیال آگیا لہذا ان کے واسطے ایک حاشیہ بڑھایا ہے جس میں مکیۃ و مدنیۃ، سورہ آیات وغیرہ، مشہور لغات و ضروری وجوہ بلاغت، مغلق ترکیب و خفی الاستنباط فقہیات و کلامیات واسبابِ نزول و روایات واختلافات قرأت مغیرہ ترکیب یا حکم و توجیہ، ترجمہ و تفسیر ایجاز کے ساتھ عربی میں مذکور ہیں۔()

الغرض بیان القرآن ایک ایسی جامع تفسیر ہے کہ اس سے عام و خواص ہر دو طرح کے قاری مستفید ہو سکتے ہیں۔

مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: "میں سمجھتا تھا یہ تفسیر عوام الناس کیلئے لکھی گئی ہے لیکن تفسیر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس سے علماء بھی استفادہ کر سکتے ہیں

بیان القرآن کا بلاغی منہج

"بیان القرآن" مولانا اشرف علی تھانویؒ کی انتہائی جامع، مستند اور کثیر الفوائد تفسیر ہے۔ جو اُردو زبان میں قدیم و جدید تفاسیر سے استفادہ کر کے لکھی گئی ہے۔ اس تفسیر میں مولانا ترجمہ قرآن اور تفسیر کے ساتھ ساتھ آیاتِ قرآنیہ کے بلاغی پہلو کو بھی واضح کرتے ہیں جس پر ہندوستان کے مفسرین نے بہت کم توجہ دی ہے۔ مولانا

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

کی تفسیر اردو میں ہے لیکن انہوں نے آیات کی لغوی اور بلاغی بحث کو عربی میں رکھا ہے تاکہ زیادہ تر ان علوم نحویہ اور بلاغیہ کے طالب علم ہی اس کی طرف متوجہ ہوں۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی تفسیر ''بیان القرآن'' میں ترجمے کے دلائل حاشیے میں عربی عبارت میں لغات، بلاغت اور ملحقات الترجمۃ کے تحت بیان کرتے ہیں اور ان دلائل کے پیچھے سلف صالحین کی لغاتی، بلاغی اور تفسیری تحقیقات کو بھی بیان کرتے ہیں۔

اس آرٹیکل میں، میں نے مولانا کی بلاغی تحقیقات کے حوالے سے، آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کیلئے جو اُسلوب اختیار کیا ہے، اس کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے اور یہ جائزہ تین نکات کے تحت لیا جائے گا۔

۱۔ آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت بیان کرنے کا انداز
۲۔ بلاغی نکات واضح کرنے کیلئے مولانا کا طرزِ استدلال
۳۔ امورِ بلاغیہ کی وضاحت کیلئے مولانا کے درپیش مصادر

آیاتِ قرآنیہ کے بلاغی نکات بیان کرنے کا انداز

۱۔ مولانا نے اپنی تفسیر میں آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کیلئے باقاعدہ بلاغۃ کے عنوان سے باب باندھا ہے۔
۲۔ مولانا آیاتِ قرآنیہ کی بلاغی وضاحت ہر سورت میں چند آیات کے بعد ترجمہ، تفسیر، مسائل السلوک، اللغات اور البلاغۃ کے الگ الگ عنوانات کے تحت بیان کرتے ہیں اور صرف آخری دو سپاروں ۲۹ اور ۳۰ میں چونکہ مختصر سورتیں ہیں، اس لیے وہاں پوری سورۃ کے اختتام پر اُس سورۃ میں وارد ہونے والے امورِ بلاغیہ کو بیان کرتے ہیں۔
۳۔ مولانا تفسیر میں بلاغی وضاحت کرتے ہوئے عبارت کی ابتداء ''قولہ تعالیٰ'' کے کلمات سے کرتے ہیں اور اس کے بعد قرآنی کلمات لکھ کر اس کی بلاغی وضاحت کر دیتے ہیں۔

مثال: سورۃ البقرہ کی آیات ۴۸ تا ۵۱ میں بلاغت کے تحت لکھتے ہیں:

- قولہ: ﴿قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ﴾ (سورۃ آل عمران ۳:۴۹) تنوین تعظیم کیلئے ہے اور میں نے کأنّی کے قول سے اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔ قولہ: بِمَا تَاكُلُوْنَ۔ ان دونوں کی تخصیص اس لیے ہے کہ ان دونوں کا علم کھانے والے امور ذخیرہ کرنے والے کو یقینی ہے۔ جس میں ان کو شک نہیں۔ قولہ: مومنین۔ اس میں مجاز ہے یعنی ایمان کا ارادہ کرنے والے۔ ()

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
June 30, 2026

- قولہ: ﴿يُمَسِّكُونَ﴾ (سورۃالاعراف۷:۱۷۰) یہ مضارع ہے اور ''اقاموا'' یہ ماضی کا صیغہ ہے اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ تمسک وہ امر ہے جو سب زمانوں میں جاری رہے گا بخلاف اقامت کے کہ یہ مخصوص اوقات کے ساتھ مختص ہے اور اقامت کا ذکر کے ساتھ تخصیص اس لیے ہے کہ یہ دین کا ستون ہے۔
- قولہ: ﴿إِنَّا لَا نُضِيعُ﴾ (سورۃالاعراف۷:۱۷۰) یہاں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر یعنی ''اجر ھم'' لایا گیا ہے۔
- قولہ: ﴿كَأَنَّهُ﴾ (سورۃالاعراف۷:۱۷۱) گویا کہ اس میں یقینی امر کی تعبیر ہے کیونکہ صادق کی خبر ظن کے ساتھ مختلف نہیں ہوتی کیونکہ ابھی تک مفعول واقع نہیں ہوا عدمِ شرط کی بناء پر، تو یہ اس مظنون کے مشابہ ہو گیا جو کبھی کبھی مختلف بھی ہو جاتا ہے۔()

۴۔ بعض مقامات پر مولانا آیات قرآنیہ میں وارد ہونے والے ایک سے زیادہ نکات کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ مثلاً

- قولہ: ﴿إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ﴾ (سورۃالبقرہ۲:۱۱) اِنَّما یہ حکم کے ایک بات پر قصر کیلئے آتا ہے اور انما نحن مصلحونکا معنیٰ ہے کہ مصلحین کی صفت صرف انہیں کیلئے ہے اور بغیر کسی ایسے شائبہ کے محض انہیں کیلئے ہے جس میں کسی عیب کی گنجائش ہو اور فساد کی وجہ پائی جاتی ہو۔ اللہ نے جملہ مصلحین میں ان کے شامل ہونے کے دعوی کا نہایت بلیغ رد کیا اور ان پر بے حد غضب وسخط کا اظہار کیا اور اس میں استیناف کی جہت سے مبالغہ ہے اور دونوں کلمات میں ما اور ان یہ دونوں تاکیدیں ہیں اور خبر کی تعریف ہے یعنی خبر معرفہ ہے اور دونوں کے درمیان فصل ہے۔ کشاف() اس آیت میں مبالغہ تاکید خبر کا معرفہ ہونا اور فصل کا ہونا، بیان کیا ہے۔
- قولہ: ﴿أُولَئِكَ عَلَى هُدًى﴾ (سورۃالبقرہ۲:۵) اولئک اسم اشارہ میں یہ بتلانا ہے کہ اس کے بعد جو وارد ہوا، سو جو اس سے قبل مذکور ہیں اس کے اکتساب کے اھل ہیں ان صفات وعادات کی وجہ سے جو میں نے ان کیلئے تیار کی ہیں اور ''علی ھدی'' استیلاء کا معنیٰ یہ مثل ہے کہ یہ لوگ ہدایت پر متمکن ہیں اور اس پر مستقر و قائم ہیں اور اس کے ساتھ ان کا تمسّک ہے کہ ان کے حال کو اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو کسی چیز پر بلند اور غالب و مستعل ہوتا ہے۔ اور اس پر سوار ہوتا ہے۔ اس کی مثل یہ کلمات ہیں۔ ھو علی الحق، ھو علی الباطل۔ اپنے قول میں انہوں نے اس کی تصریح کی ہے۔ غوایت کو ان کی سواری بنایا اور جہل پر سوار ہوئے۔ ہوائے نفس کی گردن پر بیٹھے اور ھدی کا نکرہ لانا ایک مبہم قسم کا فائدہ دینے کیلئے ہے جس کی حقیقت تک پہنچا جاتا اور نہ اس پر قدرت ہے۔ گویا یہ کہا گیا کہ کون سی ہدایت جیسے تم کسی فلاں کو دیکھو تو کہتے ہو: اَبْصَرْتُ رجلا۔ میں نے اکیلا آدمی دیکھا۔ اور اولٓئک کو مکرر لانے میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ جیسے ہدایت کی وجہ سے ثابت ہے۔ سو قدر ومنزلت ان کیلئے فلاح کا ذریعے بھی ثابت ہے۔ سو ان دونوں ''اثرۃ'' میں سے ہر ایک کو ان کا امتیازی وصف قرار دیا گیا جو اوروں کو حاصل نہیں اور اگر تم کہو کہ حرفِ عطف کے ساتھ کیوں آیا اور اولٓئک کالانعام بل ھم اضلاور اولئک ھم الغافلونمیں کیا فرق ہے؟ تو میں کہوں گا: یہاں دو مختلف خبریں ہیں اس لیے دونوں کے درمیان حرفِ عطف لایا گیا، بخلاف وہاں کی دو خبروں کے کہ وہ دونوں متفق اور یکساں ہیں کہ ان کو غافل قرار دینا اور ان کو بہائم کے ساتھ تشبیہ دینا ایک بات ہے۔ سو دوسرا جملہ پہلے جملہ کے مضمون کی تاکید و تقریر ہوا۔ سو وہاں عطف کی ضرورت نہیں۔ کشاف۔()

۵۔ مولانا نے پوری تفسیر میں زیادہ تر صرف بلاغی نکتہ بیان کیا ہے اور اس کی وضاحت کی ہے، اس کی کون سی قسم ہے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ مثلاً

- قولہ: ﴿أُورِثْتُمُوهَا﴾ (سورۃالاعراف۷:۴۳) اس میں مجاز ہے یعنی ''وہ تم کو دیا گیا'' اس تعبیر میں نکتہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ جس طرح میراث بغیر اکتساب کے حاصل ہوتی ہے اسی طرح جنت کے حصول میں بھی اکتساب کا کوئی خاص دخل نہیں بلکہ اس کا دارو مدار محض فضل پر ہے۔()

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
June 30, 2026

- قولہ: ﴿مُقِيمٌ﴾ (سورۃ التوبہ ۹:۲۱) یعنی نہ کوچ کرتا ہے اور نہ عازم سفر ہوتا ہے۔ یہ ہمیشہ رہنے والے کیلئے استعارہ ہے۔()
- قولہ: ﴿لَا يَقْرَبُوا﴾ (سورۃ التوبہ ۹:۲۸) اس میں اعجاز ہے کیونکہ مقصود مسلمانوں کو اس بات سے دور سے روکنا ہے کہ وہ ان کو پکاریں یہ ید خلوا کے معنٰی میں ہے اور اس میں مشرکین کی نہی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے، لیکن مشرکوں کو اس لفظ کے ساتھ پکارا گیا۔ اس عنوان سے یہ تعبیر مناسب ہے اگر مسلمان کہتے ہیں "لَا تَقْرَبُوا" کیونکہ ہم نے عہد کو تم لوگوں کی طرف چھینک مارا ہے۔ نا کہ یہ کوئی حکم شرعی ہے لہذا مشرکین فروع کے مکلف نہ ہوں گے۔()

۶۔ اسی طرح بعض موقعوں پر امورِ بلاغیہ کی وضاحت کرتے ہوئے اس بلاغی نکتہ کی نوع کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً

- قولہ: ﴿يَنْقُضُونَ﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۲۷) اس آیت میں استعارہ تخلیلیہ اور تمکینیہ ہے۔ الاتقان()
- قولہ: ﴿لِيَكُونَ﴾ (سورۃ القصص ۲۸:۸) اس میں استعارہ تہکمیہ ہے۔ اس بات کی ضرورت کیلئے کہ رب تعالیٰ نے انہیں اس لیے اٹھا لینے کیلئے نہیں چھوڑا تھا کہ آپ ان کیلئے دشمن اور باعث غم بنیں۔ بلکہ انہوں نے اس کو اپنا لے پالک بیٹا بنانے اور اس کی جوانی کے ایام سے فائدہ اٹھانے کیلئے اٹھایا۔()
- قولہ: ﴿ظِلٍّ﴾ (سورۃ المرسلات ۷۷:۳۰) دخان کو ظل کہا۔ یہ استعارہ تہکمیہ ہے۔()
- قولہ: ﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۱۳۸) یہاں استعارہ تحقیقیہ تصریحیہ ہے اور قرینہ اضافت ہے۔()

۷۔ مولانا نے تفسیر میں آیاتِ قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے یہ انداز بھی اختیار کیا ہے کہ اگر کسی آیت میں دو بلاغی نکات کا ابہام پیدا ہوتا ہے تو ان دونوں کو بیان کیا ہے۔ مثلاً

- قولہ: ﴿وَمَا يُبْدِئُ﴾ (سورۃ السبا ۳۴:۴۹) روح المعانی میں ہے کہ یعنی چلا گیا اور مضمحل ہو گیا۔ اس طور پر کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ یہ ماخوذ ہے ھلاک الحہ سے کہ جب وہ ھلاک ہو جاتا ہے تو اس کی ابداء باقی نہیں رہتی یعنی فعل امر ابتداءً اور نہ اعادۃً یعنی اس کا دوسرا فعل۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ وہ نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے یعنی مردہ ہے۔ سو یہ کلام مجاز ہے یا کنایہ۔()
- قولہ: ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ﴾ (سورۃ فاطر ۳۵:۱۰) اس میں اس کے قبول کی طرف مجاز مرسل ہے کیونکہ یہاں لزوم کا تعلق ہے یا یہ استعارہ ہے کہ اس میں قبول کو صعود سے تشبیہ دی گئی ہے۔()

۸۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے کبھی کبھی بلاغت کے علوم ثلاثہ (علم المعانی، علم البیان اور علم البدیع) کا تذکرہ بھی کر دیتے ہیں لیکن یہ صورت زیادہ تر علم البدیع کا ذکر کرنے کے حوالے سے ملتی۔ مثلاً

- قولہ: ﴿مَنْثُورًا﴾ (سورۃ الفرقان ۲۵:۲۳) یہ ان کے اعمال کی صفت کا بیان ہے تاکہ ان کے اعمال کے ضائع ہو جانے کو بتلانے میں مبالغہ کیا جائے، کیونکہ ھَبَاءً یعنی مٹی کے اُڑتے ذرات کو جب تم روشنی میں دیکھتے ہو تو وہ تمہیں ایک دوسرے سے جڑے نظر آتے ہیں لیکن جیسے ہی معمولی سی ہوا بھی انہیں حرکت دیتی ہے تو اُڑ کر بری طرح بکھر جاتے ہیں۔ پھر ان کے اعمال کو ھَبَاءً یعنی گرد کے ذرات سے تشبیہ دینے پر ہی اکتفا نہ کیا یہاں تک کہ انہیں ایسا بکھرا ہوا کر دیا کہ دوبارہ کبھی اکٹھے نہ ہو سکیں۔ علم بدیع میں ایسے تابع یعنی صفت لانے کو "تتمیم" اور "ایغال" کہتے ہیں۔()

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

- قولہ: ﴿فَكَيْفَ آسَىٰ﴾ (سورۃ الاعراف۷:۹۳) روح المعانی میں ہے کہ یہ بدیع کی ایک نوع ہے جس کا نام رجوع ہے اور یہ کلام سابق کی طرف نقض کے ساتھ لوٹنا ہے۔۔۔()

۹۔ مولانا آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے بعض اوقات صرف اپنی رائے پر ہی اعتماد کرتے ہیں۔ مثلاً

- قولہ: ﴿تَدْعُوا الْيَوْمَ﴾ (سورۃ الفرقان ۲۵:۱۴) الیوم کی تقیید اس دن کی ہولناکی میں مزید شدت پیدا کرنے کیلئے ہے تاکہ اس کی خوفناکی اور زیادہ واضح ہو۔ اور اس بات پر تنبیہ ہو کہ قیامت کا دن عام عادی دنوں جیسا نہیں۔() یہ مولانا کی اپنی رائے ہے۔
- قولہ: ﴿لَا يُصْلِحُونَ﴾ (سورۃ الشعراء ۲۶:۱۵۲) اس کو تاکید کیلئے زیادہ کیا، کیونکہ بعض مفسدین میں اصلاح بھی پیدا ہو جاتی ہے جبکہ یہ ایسے نہیں۔()
- قولہ: ﴿الَّذِينَ يُقِيمُونَ﴾ (سورۃ النمل ۲۷:۳) یہ صفت مادحہ ہے۔
- قولہ: ﴿بَدَّلَ﴾ (سورۃ النمل ۲۷:۱۱) ظاہر جس کو مقتضی تھا، اس سے عدول کیا گیا کہ یہ کہا جاتا: ثم تاب۔ کیونکہ یہ مانوس کرنے کے مقام کے زیادہ موافق ہے۔
- قولہ: ﴿مُبْصِرَةً﴾ (سورۃ النمل ۲۷:۱۳) یعنی واضح اور روشن اور اس کیلئے ابصار کو بنانا جو اس کے مقابل کیلئے حقیقت ہو، یہ اس کے اور اُن کے درمیان ملابست کی بناء پر ہے۔ کیونکہ یہ ان میں اپنے تامل کے سبب سے دیکھتے ہیں۔()

۱۰۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے یہ طرز بھی اختیار کیا ہے کہ وہ کلمات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے ترجمے میں جس نکتے کو ترجیح دیتے ہیں، اس کا ذکر بھی کر دیتے ہیں۔ مثلاً

- قولہ: ﴿تُرْهِبُونَ﴾ (سورۃ الانفال ۸:۶۰) یہ نہیں کہا: تقاتلون، کیونکہ ارھاب یعنی ڈرانے کی غایت دو میں سے ایک امر ہے۔ قتال یا جزیہ جیسا کہ آیت کے ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔()
- قولہ: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ (سورۃ الشعراء ۲۶:۱۱۰) اس میں مکرر کو لایا گیا کیونکہ مقتضی متعدد ہے جیسا کہ میں نے ترجمہ میں اس کو واضح کیا ہے۔()
- قولہ: ﴿حُدُودُ اللَّهِ﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۱۸۷) الحد کا معنٰی ہے منع۔ سو جو اللہ کی اطاعت میں رہتا ہے اور اس کی شرائع پر عمل کرتا ہے تو وہ چیز حق میں متصرف ہوتا ہے۔ سو اس کو روکا گیا کہ وہ اس کو پار نہ کرے اور اس حد تک نہ جائے جو چیز حق اور باطل کے درمیان حائل ہے تاکہ وہ باطل کی قریب نہ ہو جائے اور وہ درمیان میں رہے اور کنارے سے دور رہے، چہ جائیکہ وہ باطل تک قدم اٹھائے۔ سو مراد احکام ہیں اور حدود اللہ سے اللہ کے محارم بھی مراد لے سکتے ہیں۔ الکشاف۔ میں کہتا ہوں: میں نے ان سب باتوں کی طرف ترجمہ میں اشارہ کر دیا ہے۔()
- قولہ: ﴿آتِنَا فِي الدُّنْيَا﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۲۰۱) بیضاوی کہتے ہیں: یعنی ہمیں جو دینا ہے اور عنایت کرنا ہے اس کو دنیا میں کر دے۔ عبدالحکیم کہتے ہیں: یعنی دوسرا مفعول متروک ہے جو لازم کے بمنزلہ ہے۔ عموم عقلی کی طرف جانے کیلئے۔ میں کہتا ہوں: میں نے ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔()
- ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۲۵۵) روح المعانی میں ہے: جمع کی ضمیر مافی السمٰوات کی طرف لوٹتی ہے۔ الخ۔ البتہ ذوالعقول کو غیر ذوی العقول پر غلبہ دیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں: میں نے بھی تغلیب کے معنٰی کے ساتھ ترجمہ میں غلبہ کے معنٰی میں لیا ہے۔()

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

۱۱۔مولانا اشرف علی تھانویؒ آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے بعض اوقات ایک اور بعض اوقات ایک سے زیادہ مفسرین کی آراء نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد اکثر مقامات پر اپنی رائے کا اظہار بھی کر دیتے ہیں، اس کی مثالیں مفسرین کے استدلال میں پیش کی جائیں گی۔

آیاتِ قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کیلئے مولانا کا طرزِ استدلال

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے "بیان القرآن" میں بلاغت کے عنوان کے تحت آیاتِ قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے بعض اوقات آیات قرآنیہ، اشعار، عربی محاورے اور روایات سے بھی استدلال کیا ہے۔

آیاتِ قرآنیہ سے استدلال

- قولہ: ﴿خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ﴾ (سورۃ الروم ۳۰:۵۴) یعنی تمہاری ابتداء میں تمہیں کمزور بنایا اور ضعف کو تمہارے امر کی اساس بنایا۔ جیسے ارشاد ہے: خلق الانسان ضیعفا۔ ضعف میں استعارہ مکنیہ ہے، وہ یوں کہ اس کو اساس اور مادہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس پر داخل کرنے کیلئے جس میں تخییل ہے۔()
- قولہ: ﴿ان ضللت﴾ (سورۃ السبا ۳۴:۵۰) اس میں مخاطبین کے ساتھ لطف میں تعریض ہے تاکہ وہ مشتعل نہ ہو جائیں جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ ومالی لا اعبد اور ومالکم تعبدون۔()
- قولہ: ﴿فَأَغْشَيْنَاهُمْ﴾ (سورۃ یس ۳۶:۹) اس کا معنیٰ مضاف کے حذف کی تقدیر پر ہے یعنی۔ اغشینا ابصارھم جیسا کہ ارشاد: وعلی ابصارھم غشاوۃ۔()
- قولہ: ﴿تَأْتِي السَّمَاءُ﴾ (سورۃ الدخان ۴۴:۱۰) اللہ کی طرف اسناد نہیں کی حالانکہ فاعلِ حقیقی وہی ہے تاکہ کلام سابقہ کے مطابق ہو جائے جو اسناد کو متضمن ہے، جو اللہ کی رحمت ہے، جیسے یہ قول ہے: انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ()
- قولہ: ﴿أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ﴾ (سورۃ المنافقون ۶۳:۹) دنیا کو مال و اولاد سے تعبیر کیا گیا کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس دنیا میں سب سے مرغوب ہوتی ہیں جیسے یہ قول ہے: المال والبنون۔۔۔۔الخ
- قولہ: ﴿فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ﴾ (سورۃ الفجر ۸۹:۱۳) مدارک میں ہے کہ یہ کفار پر ابلغ ترین صورت میں عذاب کے واقع کرنے سے مجاز ہے۔ تب پھر صَبَّ دوام کو بتلاتا ہے اور سوط اذیت والم کی زیادتی کو بتلاتا ہے۔ یعنی انہیں ایسا عذاب دیا جائے گا جو بے حد دردناک اور دائمی ہوگا۔ روح المعانی میں ہے کہ یہ آیت اس قول کی قبیل میں سے ہے: فاذا قھم اللہ لباس الجوع ()

اشعار سے استدلال

مولانا اشرف علی تھانوی نے آیات کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے چند مقامات پر اشعار سے بھی استدلال کیا ہے۔ مثلاً

- قولہ: ﴿فَكَيْفَ آسَىٰ﴾ (سورۃ الاعراف ۷:۹۳) روح المعانی میں ہے کہ یہ بدیع کی ایک نوع ہے جس کا نام رجوع ہے اور یہ کلام سابق کی طرف نقض کے ساتھ لوٹتا ہے۔ عربوں کے کلام میں ایسا کثرت کے ساتھ ہے۔ اسی قسم سے زھیر کا یہ قول ہے:

قف بالديار التى لم تعفها القدم

بلٰی وغیرها الارواح والديم

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

ذرا ان مکانوں کے پاس تو رک کہ زمانے کے بہت گزر جانے نے بھی اس کے نشان نہیں مٹائے، ہاں کیوں نہیں، تیز ہواؤں اور موسلا دھار بارشوں نے ان میں تغیر ضرور واقع کر دیا ہے۔()

- قولہ: ﴿ذُو الْأَوْتَادِ﴾(سورۃ ص ۳۸:۱۲) تفسیر کبیر میں ہے: اس کی اصل خیمہ نما گھر کو لکڑی کی میخوں سے کھڑا کرنا ہے۔ پھر اس کو بادشاہ کی حکومت کی مضبوطی کیلئے استعارہ کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ شاعر کہتا ہے

ولقد غنوا فیھابانعم عیشة
فی ظل ملک ثابت الاوتاد

"وہ وہاں عیش کی زندگی گزارنے لگے، اور مضبوط ملک کے بادشاہ کے زیرِ سایہ"()

- قولہ: ﴿أَمْ أَنَا﴾(سورۃ الزخرف ۴۳:۵۲) یہ اَمْ، بل کے معنٰی میں ہے۔ جو استفہام سے اخبار کی طرف انتقال ہے۔ جیسا کہ شاعر کا قول ہے

بدت مثل قرن الشمس فی رونق الضحی
وصور تھا ام انت فی العین املح

"دن کی رونق میں اور اپنی صورت میں سورج کے کنارے کی طرح نکلی، نہیں بلکہ تو تو نمکین آنکھ ہے۔"()

روایات سے استدلال

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے چند ایک مقامات پر مفسرین کی بیان کردہ روایات کو بھی آیاتِ قرآنیہ کے بلاغی استدلال کیلئے نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ آیت میں تکرار نہیں اور رجال اور نساء سے مراد بالغ مرد اور عورت نہیں بلکہ مذکر اور مؤنث مجازاً مطلق مراد ہیں۔ اور شاید مذکر و مؤنث پر ان دونوں لفظوں کو ترجیح دینے میں کثرت کی تاکید اور اس میں مبالغہ کیلئے ہے، افراد مبثوثہ میں سے ہر فرد کی ترشیح کے ذریعے تاکہ غیر کو ظاہر کرے۔ ایک قول یہ ہے کہ مذکر و مونث کے بالغوں کو ذکر کیا گیا، کیونکہ وہی تقوی کی معرض تکلیف میں ہیں۔ روح المعانی۔ ان کو ان کے اموال دینے سے مراد انہیں سالم و صحیح چھوڑ دینا ہے کہ کسی برائی کے ساتھ ان سے تعرض نہ کرو۔ اس مفہوم پر یتامیٰ کو نابالغ مراد لینا صحیح ہوا جیسا کہ یہی متبادر بھی ہے اور یہ روایت وارد نہ ہوگی جو ابن حاتم سے ہے جس کو سعید بن جبیر نے روایت کیا ہے کہ "غطفان کے ایک آدمی کے پاس اپنے یتیم بھتیجے کا بہت سارا مال تھا۔ سو تو اس نے بالغ ہو کر اپنے مال کا مطالبہ کیا تو۔۔۔آگے طویل قصہ ہے۔ سو یہ آیت نازل ہوئی: واتوالیتامی۔ جو اس بات دلالت کرتی ہے کہ دینے سے بالفعل مال کا دینا مراد ہے۔ ثعلبی نے روایت کیا ہے کہ ایک عالم نے جب یہ قصہ سنا تو اس نے اعوذ باللہ پڑھی۔" علماء کا کہنا ہے کہ عبرت لفظ کے عموم کی ہے نا کہ سبب کے خصوص کی اور شاید اس چچا کو ایتاء کا حقیقی مفہوم سمجھ نہ آیا تھا بطریق عبارت"

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

- قولہ: ﴿آتَيْنَا ثَمُودَ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: ۵۹) ناقہ کی تخصیص چند وجوہ سے ہے۔ ایک یہ کہ مشہور یہ ہے کہ اس کی تجویز ثمود نے پیش کی تھی، سو ناقہ کے ذکر کو آیات مقترحہ کے ساتھ منسوب کیا گیا۔ دوسری یہ کہ ثمود عرب تھے، تیسری وہ جو "الدر المنثور" میں مذکور ہے۔ بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ بھی کوئی نشانی لے آئیں جیسی کہ صالح اور دوسرے نبی نشانی لے کر آئے۔۔۔۔ سو جب انہوں نے ناقہ کا بالخصوص ذکر کیا تو یہاں بھی ناقہ کا خصوصی ذکر مناسب تھا۔()
- قولہ: ﴿غنمتم﴾ (سورۃ الانفال ۸: ۶۹) جب غنیمت کا حال پہلے معلوم تھا اور فدیہ کا غنیمت میں داخل ہونا معلوم نہ تھا تو اس لفظ کے ساتھ تعبیر کیا تاکہ حلت کی تاکید ہو جائے اور اس حلت کی تاکید کیلئے "حلالا" کے بعد "طیبا" کا لفظ بڑھایا گیا تاکہ اس بابت کسی قسم کا شک باقی نہ رہے اور جیسا کہ ترمذی میں مرفوعاً روایت ہے کہ: تم سے پہلے کسی کیلئے غنائم حلال نہ تھے۔ سو بدر کے دن یہ لوگ غنائم کے حلال ہونے سے پہلے غنائم میں جا پڑے تو اس پر رب تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ ۔۔۔ الخ میرے نزدیک اس میں اختصار ہے اور معنیٰ یہ ہے: تم سے پہلوں کیلئے غنائم حلال نہ تھے پھر وہ صحابہ رضی اللہ عنھم کیلئے حلال کر دیئے گئے لیکن ابھی تک غنائم خاصہ یعنی فدیہ حلال نہ تھا ابھی تک۔ سو جب بدر کا دن آیا تو یہ لوگ اس کے اپنے حق میں حلال کیے جانے سے قبل ہی اس میں جا پڑے۔()
- قولہ: ﴿جُنُودُهُ﴾ (سورۃ النمل ۲۷: ۱۸) یہ جنّ میں ہیں۔ ثلاثہ کے ساتھ تخصیص غیر کی نفی کرتی اس کی دلیل جیسا کہ روح المعانی میں ہے، وہ خبر ہے جس کو حاکم نے محمد بن کعب سے روایت کیا ہے کہ وحشی جانور نبی کریم ﷺ کے سامنے مسخر ہوتے تھے۔ اور جنوں کی تقدیم یہ بتلانے میں جلدی کرنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ان پر قابو پانے کا کمال ملکہ اور قوت حاصل تھی اور اول امر میں ہی جنّ آپ ﷺ کے مطیع ہو گئے تھے کیونکہ جنات بڑے سرکش اور باغی ہوتے ہیں اور پرندوں کو انسانوں پر مقدم نہ کیا حالانکہ پرندوں کو مسخر کرنا زیادہ مشکل ہوتا ہے اور فرشتوں کی قوت کو مقدم کیا تاکہ جن اور انس جو ایک دوسرے کے متقابل ہیں اور بیشتر احکام میں شریک ہیں، ان کو ایک دوسرے سے جدا نہ کر دیا جائے۔ کذافی الروح۔ میں کہتا ہوں کہ پرندوں کو جنات پر مقدم نہ کیا گیا کیونکہ جنوں کو قابو کرنا یہ پرندوں کو قابو کرنے سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ بعض پرندوں کو ایک آدمی بھی مسخر کر لیتا ہے۔()

عربی اقوال اور محاوروں سے استدلال

مولانا اشرف علی تھانویؒ بعض اوقات بلاغی امور کو قابل فہم بنانے کیلئے عربی اقوال اور محاوروں کا سہارا بھی لیتے نہیں۔ مثلاً:

- قولہ: ﴿لَأَقْعُدَنَّ﴾ (سورۃ الاعراف ۷: ۱۶) اس میں راہ گیروں کو لوٹنے والے کے ساتھ تشبیہ ہے۔ جو مسافروں کو لوٹنے کیلئے گھات لگائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح متن میں ہے اور روح المعانی میں ہے۔ فعل کو پہلے دو کی طرف حرفِ ابتداء کے ذریعے متعدی کیا گیا ہے کیونکہ شیطان ان دونوں کے ذریعے بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دوسرے دو کی طرف حرف مجاوزت کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے کیونکہ ان دونوں سے آنے والا، ان سے منحرف اس راہ گیر جیسا ہے جو ان کی عزتوں پر (اور مال و دولت پر) گزر کرتا ہے۔ اس کی نظیر عربی کا یہ قول ہے: جلستُ عن يمينه (میں اس کے دائیں ہاتھ بیٹھا)()
- قولہ: ﴿تَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ (سورۃ الانفال ۸: ۴۶) روح المعانی میں ہے جیسا کہ اخفش نے کہا ہے کہ یہ دولۃ سے مستعار ہے کیونکہ اپنے امر کے نفوذ اور تمشی میں یہ دولۃ کے مشابہ ہے۔ عربوں کا ایک مقولہ ہے: هَبَّ رِيَاحُ فُلَانٍ (اس کی ہوا چل پڑی یعنی اس کی حالت بدل گئی) اور یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
June 30, 2026

کے حالات بدل جائیں اور احوال اس کی مرضی کے مطابق ڈھلنے لگیں اور کہتے ہیں'' رکدت ریاحہ ''یعنی اس کی دولت واقتدار ختم ہو گیا اور اس کے حالات الٹے پھر گئے۔()

- قولہ: ﴿فَمَحَوْنَا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۱۲) یہ عربوں کے اس قول کی قبیل میں سے ہے: ضیق فمالرکیۃ۔()
- قولہ: ﴿أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ (سورۃ التحریم ۶۶:۱۲) یہ پاکدامنی سے کنایہ ہے اور یہ عربوں کا یہ قول ہے: نقی الجیب (پاک گریبان والا) طاہر الذیل (پاک دامن والا) طاہر الفرج (پاک شرمگاہ والا)()

اقوال مفسرین سے استدلال

مولانا اشرف علی تھانویؒ ''بیان القرآن'' میں آیات قرآنیہ کی بلاغی تفسیر کرتے ہوئے رائے کے علاوہ بکثرت مفسرین کے اقوال نقل کیے ہیں۔ مفسرین کے اقوال نقل کرنے میں مختلف انداز اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ قولہ کے بعد کلمات قرآنیہ تحریر کرتے ہیں اور اس کے بعد جس تفسیر میں سے نقل کرتے ہیں، اس کا نام لکھ دیتے ہیں۔ جیسے فی الروح، فی الکشاف وغیرہ۔ مثلاً

- قولہ: ﴿أَفَلَمْ يَكُونُوا﴾ (سورۃ الفرقان ۲۵:۴۰) روح المعانی میں ہے: افلم یروھا نہیں کہا حالانکہ وہ زیادہ مختصر بھی ہے اور زیادہ ظاہر بھی۔ مقصود تکرار کے افادہ کا مقصد تھا اور آیت کے آغاز میں ایسی تصریح نہیں کی۔ جیسے یہ کہتے: کانوا یاتو نبجائے ولقد اتوا کے۔ مرور کی طرف اشارہ کرنے کیلئے۔ چاہے ایک مرتبہ ہی سہی کہ عبرت کیلئے یہی کافی ہے۔()
- قولہ: ﴿أَوَلَمْ تُؤْمِنْ﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۲۶۰) الانتصاف میں ہے کہ رہا جناب خلیل علیہ السلام کا یہ کہہ کر سوال کہ کیف تحی الموتی۔ تو یہ شک کی بناء پر نہیں۔ البتہ یہ احیاء کی کیفیت کے بارے میں سوال ہے۔ ایمان میں یہ شرط نہیں کہ پوری صورت کے ساتھ احاطہ کیا جائے اس پر ''کیف'' کا لفظ دلالت کرتا ہے اور کیفکا موضوع حال کے بارے میں سوال ہے۔ اس کی نظیر قائل کا یہ قول ہے: کیف یحکم زید فی الناس کہ اس میں قائل کو اس بات میں شک نہیں کہ زید لوگوں میں حکم کرتا ہے لیکن سوال اس حکم اور فیصلے کی کیفیت کے بارے میں ہے۔()
- کشاف میں ہے: اگر تو کہے کہ انبیاء کرام علیہ السلام میں سے خاص حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو ذکر کیوں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس لیے کہ انہیں آیات عظیمہ اور معجزات باھرہ عطا کیے گئے تھے۔()
- قولہ: ﴿مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ﴾ (سورۃ الشعراء ۲۶:۴۳) الاتقان میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ مبہم کو اختیار کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ جادوگر جو کچھ بھی ڈالیں گے وہ حقیر ہی ہوگا کہ وہ کوئی حقیر سی شے ہوگی جو اس لائق نہیں کہ اسے کسی نام سے پکارا جائے۔()

۲۔ مولانا بعض اوقات کتاب کی بجائے صرف مفسر کا نام لکھ کر قول نقل کر دیتے ہیں۔ مثلاً

- قولہ: ﴿جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي﴾ (سورۃ السباء ۳۴:۱۷) خفاجی کہتے ہیں۔ قرآن میں مجازات صرف عقاب کے ساتھ مذکور ہے بخلاف لفظ جزاء کے کہ وہ عام ہے۔ میں کہتا ہوں: اس لیے دوسرے میں قید مذکور نہیں اور اول میں بما کفروا کی قید مذکور ہے۔()

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 30, 2026

- بیضاوی کہتے ہیں: اہل کتاب اور اہل تواریخ میں سے جو ان کے مقصد سنتا ہے اس کیلئے تعجیب و تقریر ہے اور کبھی اس کو بھی خطاب کیا جاتا ہے جو سنتا نہ ہو۔ سو یہ تعجیب کی مثال بن گئی۔()
- قولہ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ﴾(سورۃ ابراھیم ۱۴:۴۲) زمخشری کہتے ہیں: دوسرے مفعول کو مقدم لایا گیا جو وعد ہے، پہلے مفعول پر تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ علی الاطلاق اپنے وعدہ کے خلاف کرنے والا نہیں، پھر رسلہ کہا، اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے کہ جب وعدہ خلافی خدا کی شان نہیں تو بھلا وہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کیوں کرے گا جو اس کے برگزیدہ بندے ہیں۔ كذا فی النیسا بوری()
- عصام لمن تبعمیں کہتے ہیں: ایمان کو بمعنٰی اقرار بنایا گیا ہے تاکہ لمن تبع کی لام کی توجیہ بیان کی جا سکے کیونکہ ایمان بذات خود متعدی ہے اور یہاں لام تعدیہ لانے کا مقام نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ دل سے تصدیق نہ کرو مگر اس کی جو تمہارے دین کا تابعدار بنے۔()
- قولہ: ﴿كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ﴾(سورۃ التوبہ ۹:۱۲۰) نسفی کہتے ہیں: واحد کی ضمیر اس لیے لائے ہیں کہ جب لما کو متکرر لایا گیا، تو ان میں سے ہر ایک بدل کے طور پر ذکر میں مفرد ہو گیا جو وعدہ سے مقصود ہے۔(كذا فی الروح)

۳۔ مولانا نے زیادہ تر جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ کلمات قرآنیہ لکھ کر اس کی بلاغتی وضاحت میں تفسیر سے قول نقل کرنا اور آخر میں صرف تفسیر کا نام لکھنا یا صرف ''كذا فی التفسیر'' لکھنا ہے۔ مثلاً

- قولہ: ﴿فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ﴾(سورۃ ابراھیم ۱۴:۳۰) امر کے صیغہ کے ساتھ تہدید میں یہ بتلانا ہے کہ مھدد علیہ مطلوب کے جیسا ہے کیونکہ یہ مہدَّد بہ تک پہنچاتا ہے اور یہ دونوں امر لا محالہ واقع ہوتے ہیں اس لیے اسکی تعلیل فان مصیرکم کے ساتھ بیان کی، اور مخاطب کے اس میں انہاک کی وجہ سے کسی آمر مطاع سے مامور بہ کی طرح ہے۔(بیضاوی)()
- قولہ: ﴿كُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ﴾(سورۃ الحجر ۱۵:۹۸) نماز کی طرف مزید توجہ دلانے کیلئے نماز کا ذکر امر کے ساتھ لایا گیا۔ جیسا کہ اس وجہ مخصوص پر سابق امر کے مغائر کو تم دیکھتے ہو اس میں جو ترغیب ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ روح المعانی()
- قولہ: ﴿فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهٖ﴾(سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۵۲) یہ ان کا بعث کیلئے مطیع و نقیاد ہونا ہے۔ جیسا کہ تمہارا کسی کو ایسے کام کا امر دینا جو اس پر گراں ہو، یہ کہہ کر: ''تم یہ کام کرو، جبکہ تم حامد و شاکر ہو گا۔ اور یہ معرض تہدید میں ذکر کیا جاتا ہے۔ كذا فی النیسابوری()
- قولہ: ﴿حِينَ تَقُومُ﴾(سورۃ الشعراء ۲۶:۲۱۸) نماز کی رؤیت کے ساتھ تخصیص، یہ آپ ﷺ کے جی میں نماز کے جا گزیں کرنے میں مبالغہ کیلئے ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ رؤیت کے متاھل ہیں۔ خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اور عابد اس کا متاھل ہوتا ہے وجوباً نہیں بلکہ فضل و کرم کے اعتبار سے۔ فافهم (من المواهب)
- قولہ: ﴿وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ﴾(سورۃ البقرہ ۲:۸) ان کے دعوی کا انکار ہے اصل تو وما آمنوا ہے تاکہ فصل کی تصریح میں نا کہ فاعل کی، ان کے قول کے مطابق ہو جائے لیکن اس کے برعکس کہا ان کی تکذیب میں مبالغہ کیلئے کیونکہ انہیں مومنوں سے نکلنا زمانہ ماضی میں ان ایمان کی نفی سے زیادہ ابلغ ہے۔ اس لیے نفی کو باء کے ساتھ مؤکد ذکر کیا گیا۔(مظہری)

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
June 30, 2026

- قولہ: ﴿وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ﴾(سورۃالبقرہ۲:۹)اگرتو کہے اس قول سے کیامراد ہے؟توجواب یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ لوگ دھوکا بازوں کے مشابہ یہ معاملات نہیں کرتے تھے مگر خود اپنے ساتھ۔کیونکہ اس کا ضررانہیں ہی جاملااوراس کا مکرانہیں ہی گھیرلے گا۔جیساکہ کہتے ہیں: فلاں نے فلاں کوضرر پہنچایا۔۔۔ضرر خود اپنے کو ہی پہنچایا۔کشاف()

۴۔مولانااشرف علی تھانوی بعض اوقات آیات قرآنیہ میں وارد بلاغی امور کو بیان کرنے کیلئے ایک سے زیادہ مفسرین کی آراءذکر کی ہیں۔مثلاً

- قولہ: ﴿خَاضِعِينَ﴾(سورۃالشعراء۲۶:۴)روح المعانی میں ہے کہ یہ اعناق کے بارے میں خبر ہے(یعنی گردنوں کے بارے میں)۔اس کومذکراور ذوی العقول کی صفت مضاف الیہ سے ملی ہے۔اسی لیے اس کی خبر ذوی العقول کی جمع کے ساتھ دی۔زمخشری کہتے ہیں:اصل کلام فظلوالھاخاضعین ہے۔اعناق کو موضع خضوع کے بیان کی جگہ لایا گیاکیونکہ تامل سے پہلے یہ پھرتی ہے کیونکہ گردن میں جھکنے کی جانب خضوع کا ظہور ہوتا ہے کہ گردن جھکی ہے ناکہ گردن والااور اضمام کے بعد جمع کو ترک کردیا گیااور پہلی حالت پر ہی رہنے دیا گیا۔()
- قولہ: ﴿علی قلوبھم﴾(سورۃالبقرہ۲:۷)یہاں قلوب اور ابصار کو توجمع لایا گیا، جبکہ سمع اور کیونکہ جب اسماع ادراک میں اکٹھی ہیں توگویاکہ یہ ایک شی ہیں۔بخلاف باقی کے دو کے کہ ان میں ادراک ایک دوسرے کے بعد آتا ہے۔(استاذی)اور جب سمع اور قلب کا ادرک متعدد جہات سے تھاتو دونوں کے مانع جنس واحد سے جو ختم(مہر)ہے بتایا گیا،بخلاف بصر کے کہ یہ مقابلہ کے ساتھ مختص ہے۔سواس کے مانع کو غشاوہ ٹھہرایا گیاجو مقابلہ کی جہت کے ساتھ مختص ہے۔مظہری()
- قولہ: ﴿۔۔۔قَوْمًا﴾(سورۃالجاثیہ۴۵:۱۴)الکشاف میں ہے:اگرتو کہے کہ قَومًا میں تنکیر کی وجہ کیاہے؟کہ مراد توایمان والے تھے جو متعارف تھے؟توجواب یہ ہے کہ یہ ان کی مدح وثناءہے۔گویا کہ کہا گیا ہے کہ:ایما قوم اور قَومًاان کے صبر کی وجہ سے خاص لوگ مراد ہیں۔
- روح المعانی میں ہے کہ اس کی تنکیر تعظیم کیلئے ہے اور لفظِ قوم فی نفسہ اپنے اشتقاق میں مدح ہے(یعنی وہ لوگ جوامر کو قائم کرتے ہیں)اوریاابن القوم وغیرہ میں اس کا استعمال اور قومًامیں تنکیر کمالِ تعریف اوراس بات پر تنبیہ ہے کہ یہ مخفی نہیں۔چاہے تم انہیں پہچانو یانہ پہچانو،اور یہ علم بھی ہے کہ مجزی صرف عامل کے ساتھ ہوگا۔()
- بیضاوی کہتے ہیں:اس کو شہوات کا نام دیا بطور مبالغہ کے کہ یہ لوگ اس کی محبت میں اتنے منہمک ہوگئے کہ اس کی شہوت سے محبت کرنے لگے۔جیسے یہ کہنا: ”احببت حب الخیر“۔روح المعانی میں ہے:جیساکہ کہتے ہیں مریض کو کہ توکیاچاہتاہے تووہ کہتاہے کہ میں یہ چاہتاہوں کہ کچھ چاہوں یااس کی حِسَّت پر تنبیہ ہے۔کیونکہ عقلاءوحکماءکے نزدیک شہوتیں خسیس ہوتی ہیں۔()
- قولہ: ﴿فیکون﴾(سورۃآلِ عمران۳:۵۹)بیضاوی کہتے ہیں: یہ ماضی کی حال میں حکایت ہے۔روح المعانی میں ہے: مضارع کے ساتھ تعبیر حالانکہ یہ مقام ماضی کی تعبیر کاہے تاکہ اس امر کی کامل تصویر اس مشاہد صورت کے ساتھ کی جائے جو گویاکہ ابھی وقوع پذیر ہواہے۔یہ بتلانے کیلئے کہ یہ حیرت انگیز امور عجیب شان کے مالک امور میں سے ہے اوراس کی تعبیر کو جائزقرار دیا گیااس لیے کہ ماقبل کو دیکھتے ہوئے یہ مستقبل ہے۔)(

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

- قولہ: ﴿بحبل اللہ﴾(سورۃآلِ عمران ۳:۱۰۳)بیضاوی کہتے ہیں: حبل کو استعارہ کے طور پر لیا گیا، کیونکہ ایمان کو تھامنا ہلاک ہونے وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے جیسا کہ رسی کو تھامنا ہلاکت سے بچنے کا سبب ہے اور اس کو وثوق اور اعتبار کیلئے بطور استعارہ لیا گیا اور یہ مجاز کے اہل بنانا ہے۔روح المعانی میں ہے: مومنوں کی حالت کو اس شخص کی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے جو کسی بلند مقام سے ایک مضبوط رسی کو تھامے لٹکا ہو۔)(

۵۔مولانا اشرف علی تھانوی اکثر مقامات پر آیات کی بلاغی بحث کرتے ہوئے مفسرین کے اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار بھی کرتے ہیں اور ‘‘میں کہتا ہوں’’ سے آغاز کرتے ہیں۔مثلاً

- قولہ: ﴿انصاری الی اللہ﴾(سورۃآلِ عمران ۳:۵۲)ایک قول یہ ہے کہ یہاں الی بمعنی لام کے لیے ہے جیسا کہ بیضاوی میں ہے۔اس کے ترجمے میں، میں نے بھی اس کو اختیار کیا ہے، یہ قلت تکلیف کی وجہ سے ہے۔اگرچہ ابلغ یہ تھا جیسا کہ روح المعانی میں ہے کہ اس کو اس معنٰی پر حمل کیا جاتا کہ کون میری مدد کرتا ہے کہ اس کی مدد اللہ تک منتہی ہو(من ینصرنی منتھیا نصرہ الی اللہ تعالی)جیسا کہ حرفِ انتہا الی اس معنٰی کو مقتضی ہے بغیر تضمین کے گویا کہ جنابِ عیسی علیہ السلام نے ان سے یہ طلب کیا کہ وہ آپ کی اللہ کیلئے مدد کریں کسی دوسری غرض کیلئے نہیں دوسرے یہ کہ اللہ کی مدد اس کے رسول کی مدد میں ضم ہے اور ان کا جواب بھی اس کے بے حد مطابق تھا۔میں کہتا ہوں: دونوں توجیہات پر اللہ، رسول اور دین ان سب کی نصرت معنٰی میں ایک ہی ہے۔سو ہر تقدیم پر جواب سوال کے مطابق ہو گیا۔)(
- قولہ: ﴿الٰ﴾(سورۃ البقرہ ۲:۲۴۸)اس کی شان کی تفخیم کی وجہ سے مقحم ہے۔(بیضاوی)اس کو حقیقۃً یا مجازاً اس پر محمول کیا جائے گا۔حمل زید متاع الی مکۃ۔روح المعانی۔میں کہتا ہوں: منقولہ قصہ کی مساعدت کی بناء صیغہ مجاز کو اختیار کیا ہے۔)(
- قولہ: ﴿فلا غالب لکم﴾(سورۃ آل عمران ۳:۱۶۰)روح المعانی میں ہے۔ظاہر نظم سے مفہوم یہ ہے اگرچہ ان کی مغلوبیت کی نفی کی اور مساوات کی بھی نفی سے تعرض کیا لیکن اس سے قطعی طور پر جو مفہوم ہوتا ہے وہ مساوات کی نفی اور مخاطبین کیلئے غالبیت کا اثبات ہے۔سو جب تو یہ کہے گا کہ فلا اکرم من فلان تو اس کا قطعی مفہوم یہ ہو گا کہ وہ ہر کریم سے بڑھ کر کریم ہے اور یہ امر سب لغات میں عام ہے۔میں کہتا ہوں کہ صاحب روح المعانی کا قول: فھماً قطعیاً وہ اس لیے ہے کہ جس کی اللہ مدد کرے بھلا کوئی اس کے مساوی کیسے ہو سکتا ہے کہ جس کی مدد اللہ نہ کرے۔)(
- روح المعانی میں ہے کہ بنی آدم کے نفس واحد سے پیدا کیے جانے سے مفہوم نہیں ہوتا کہ اس کے جوڑے کو اس سے بنایا گیا ہے یا سب مرد و عورت کو ان دو اصل سے بنایا گیا ہے اور معطوف اس کے بیان کا متکفل ہے۔اکثر نے ذکر کیا ہے کہ عطف میں معطوفات کے درمیان تغایر کا پایا جانا لازم ہے۔چاہے من وجہ ہو اور وہ یہاں بلاریب متحقق ہے۔جیسا کہ مخفی نہیں۔میں کہتا ہوں کہ آیت میں تکرار نہیں اور رجال اور نساء سے مراد بالغ مرد اور عورت نہیں بلکہ مذکر اور مؤنث مجازاً مطلق مراد ہیں۔اور شاید مذکر و مؤنث پر ان دونوں لفظوں کو ترجیح دینے میں کثرت کی تاکید اور اس میں مبالغہ کیلئے ہے، افراد مبثوثہ میں سے ہر فرد کی ترشیح کے ذریعے تاکہ غیر کو ظاہر کرے۔’’ایک قول یہ ہے کہ مذکر و مونث کے بالغوں کو ذکر کیا گیا، کیونکہ وہی تقوی کی معرض تکلیف میں ہیں۔’’روح المعانی‘‘)(
- قولہ: ﴿أَفَمَنْ يَعْلَمُ﴾(سورۃ الرعد ۱۳:۱۹)بیضاوی کہتے ہیں: مذکورہ ھمزہ اس بات کے انکار کیلئے ہے کہ مثال پیش کرنے کے بعد تشابھما میں شبہ واقع ہو۔میں کہتا ہوں کہ اس ہمزہ اور فاء کا معنٰی ظاہر ہو گیا۔)(

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

امورِ بلاغیہ کے بیان میں مولانا کے پیشِ نظر مصادر

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی تفسیر "بیان القرآن" میں آیات قرآنیہ کے مفاہیم کو واضح کرنے کیلئے قدیم وجدید تفاسیر سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مولانا نے اپنی تفسیر کے مقدمے میں ان کتب مصادر کا مختصراً ذکر بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا نے آیاتِ قرآنیہ کی بلاغی بحث و تحیص میں جن مصادر سے استفادہ کیا ہے ان میں روح المعانی، کشاف، ابو سعود، تفسیرِ خاذن، مدارک، نیشاپوری، ابنِ کثیر، مواھب الرحمن، الاتقان، عصام، الانتصاف، تفتازانی، بیضاوی، مظہری وغیرہ شامل ہیں۔ ان تفاسیر میں سب سے زیادہ مولانا نے روح المعانی، الکشاف اور بیضاوی سے استفادہ کیا ہے، باقی تفاسیر اور مصادر سے بھی کہیں نہ کہیں بلاغی بحث کو اخذ کیا ہے۔ اُن مصادر کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

۱۔ روح المعانی

اس تفسیر کا پورا نام "روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی" اور مفسر کا نام شہاب الدین محمود بن عبداللہ الحسینی آلوسی (ت: ۱۲۷۰ھ) ہے۔ مولانا نے فنون بلاغت کیلئے سب سے زیادہ اس تفسیر پر اعتماد کیا ہے اور علامہ آلوسی کے اقوال نقل کیے ہیں۔ مثلاً

- قولہ: ﴿ثُمَّ أَفِيضُوا﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۱۹۹) ثمکو یہ بتلانے کیلئے لائے کہ دونوں اضافتوں میں مرتبہ کا تفاوت ہے کہ دونوں میں سے ایک درست ہے اور دوسرا خطا۔ کذا فی روح المعانی)(
- قولہ: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۲۳) روح المعانی میں ہے: یہ جملہ اس ارشاد پر مبنی ہے: فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ اور اس طرف میں نے ترجمہ میں اشارہ کیا ہے۔)(
- قولہ: ﴿أَذًى﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۶۲) یہاں المن کو ذکر نہیں کیا کیونکہ اذی، المن وغیرہ کو بھی شامل ہے اور ماتقدم میں اس کا ذکر اس کے اہتمام کی وجہ سے ہے کیونکہ متصدقین سے اس کے وقوع کی کثرت اور ان کی اس سے عدمِ تحفظ کی وجہ سے۔ روح المعانی)(
- قولہ: ﴿مَنْ جَاءَ﴾ (سورۃ القصص ۲۸: ۸۴) روح المعانی میں تفسیر کبیر سے منقول ہے: جاء کے ساتھ تعبیر کرنے میں نا کہ عمل کے ساتھ، اس بات پر دلالت ہے کہ ثواب وعقاب کا استحقاق خاتمہ سے مستفاد ہے، نا کہ اوّل سے (یعنی آغاز سے) شاید دوسری مرتبہ عملوا سے تعبیر میں نکتہ اس پر مرتب ہو۔)(
- قولہ: ﴿لَكَاذِبُونَ﴾ (سورۃ العنکبوت ۲۹: ۱۲) روح المعانی میں بعض محققین سے منقول ہے کہ کذب اس جز کی طرف راجع ہے جو ان کے حمل کے وعدہ کے ضمن میں ہے اور وہ یہ کہ وہ اس چیز کو پورا کرنے پر قادر ہیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ کذب کبھی تو نطوق کی طرف راجع ہوتا ہے اور کبھی اس کے لازم کی طرف۔)(

۲۔ الکشاف

تفسیر کا پورا نام "الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل" ہے۔ یہ ابو قاسم محمود بن عمرو بن احمد الزمخشری (ت: ۵۳۸ھ) کی تفسیر ہے۔ آیاتِ قرآنیہ کی بلاغتی وضاحت کیلئے عمدہ ترین اور ابتدائی تفسیر ہے، جس کو تقریباً تمام مفسرین نے اپنا مرجع بنایا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے "روح المعانی" کے بعد جس تفسیر سے زیادہ

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

استفادہ کیا ہے، وہ الکشاف ہے۔ مولانا نے زیادہ تر ابتدائی سورتوں میں آیات کی بلاغتی تحقیق کیلئے زمخشری کی تفسیر کو بنیاد بنایا ہے۔ کشاف سے نقل کرتے ہوئے علامہ زمخشری کا جو سوالیہ انداز ہے، اسی طرح اپنی رائے اور نکتہ کو بیان کرنے کیلئے مولانا اشرف علی تھانوی نے اسی طرز پر نقل کیے ہیں۔ مثلاً

- قولہ: ﴿ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۱۸) اگر تو کہے کہ یہ کیوں نہیں کہا گیا: ذھب اللہ بضو ئھم جیسا کہ ارشاد ہے: فلما اضاءت: تو اس کا جواب یہ ہے کہ نور کا ذکر ابلغ ہے کیونکہ ضوء میں زیادتی پر دلالت ہے سو اگر ذھب اللہ بضو ئھم کہا جاتا تو وہم ہوتا کہ شاید جس کو لیا گیا ہے وہ زیادتی ہے اور وہ اب بھی باقی ہے جس کا نام نور ہے اور غرض یہ ہے کہ ان سے نور کو جڑ سے ختم کر دیا گیا ہے اور سرے سے مٹا دیا گیا ہو۔ کشاف)(
- قولہ: ﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۱۸) اگر تو کہے کہ کیا آیت میں مذکور کو استعارہ کا نام دے سکتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے البتہ محققین اس پر ہیں کہ اس کو شبیہ بلیغ کا نام دیا جائے نا کہ استعارہ کا کیونکہ مستعار لہ مذکور ہے اور وہ منافقین ہیں اور استعارہ وہاں ہوتا ہے جہاں مستعار کا ذکر لپیٹ لیا جاتا ہے اور کلام کو اس سے خالی کر دیا جاتا ہے اور وہ اس بات کے لائق ہو کہ اس سے منقول عنہ اور منقول الیہ مراد ہوا گر دلالتِ حال اور فحوائے علام نہ وہ۔ کشاف)(
- قولہ: ﴿أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۲۵) اگر تو کہے طاھرۃ کیوں نہ کہا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مطھرۃ میں ان ازواج کی صفت کی جو عظمت ہے وہ طاھرۃ میں نہیں اور یہ بتلانا ہے کہ کسی پاک کرنے والے نے ان کو پاک کیا ہے اور ایسا کرنے والا صرف اللہ جل جلالہ ہی ہے۔ کشاف)(

۳۔ تفسیر بیضاوی

اس تفسیر کا اصل نام "انوار التنزیل واسرار التاویل" ہے۔ یہ ابو سعود عبداللہ بن عمر بن الشیرازی بیضاوی (ت: ۶۸۵ھ) کی ہے۔ اس میں بیضاوی نے کشاف کے معانی وبیان کو ملخص بیان کیا ہے۔ اس تفسیر پر بہت سے حواشی بھی ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے اس تفسیر اور اس کے حواشی پر بھی اعتماد کیا ہے۔ مثلاً

- قولہ: ﴿فباذن اللّٰه﴾ (سورۃ آل عمران ۳:۱۶۶) اِذن کا نام ارادہ رکھا گیا کیونکہ ارادہ اذن کے لوازم میں سے ہے۔ (بیضاوی))(
- قولہ: ﴿هُنَّ لِبَاسٌ﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۱۸۷) بیضاوی کہتے ہیں: جب میاں بیوی ایک دوسرے کے گلے لگتے ہیں اور دونوں میں ایک دوسرے کیلئے لباس کے مشابہ ہے یا اس لیے کہ دونوں میں سے ایک دوسرے کے حال کا ساتر ہے اور فسق وفجور سے بچاتا ہے۔)(
- قولہ: ﴿فَيُضَاعِفَهُ﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۲۴۵) یہاں مبالغہ کیلئے مبالغہ کی صورت میں یہ صیغہ لائے ہیں۔ (بیضاوی))(
- قولہ: ﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۲۶۹) بیضاوی کہتے ہیں: مَنْ يَشَاءُ: یہ پہلا مفعول ہے، اس کو اہتمام کیلئے دوسرے مفعول سے مؤخر کیا گیا اور وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ: یہ مبنی پر مفعول ہے کیونکہ یہ مقصود ہے۔)(
- قولہ: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰه﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۲۸۲) بیضاوی کہتے ہیں: لفظ "اللہ" کو مکرر لایا گیا تینوں جملوں میں اس کے استقلال کی وجہ سے کہ پہلا جملہ تقوی پر ابھارتا ہے، دوسرا انعام کا وعدہ ہے اور تیسرا جملہ اللہ کی شان کی تعظیم بتلاتا ہے۔ دوسرے لفظ "اللہ" اس کی ضمیر سے زیادہ تعظیم کو بیان کرتا ہے۔)(

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

۵۔الاتقان

"الاتقان فی علوم القرآن" جلال الدین سیوطی (ت:۹۱۱ھ) کی تصنیف ہے۔ مولانا نے تفسیر کی ابتدائی سورتوں میں زیادہ ان سے استفادہ کیا ہے اور اس میں سے قول نقل کر کے آخر میں "الاتقان" لکھ کر حوالہ دے دیا ہے۔ مثلاً

- قولہ: ﴿مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ﴾ (سورۃ الشعراء ۲۶:۴۳) الاتقان میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ مبہم کو اختیار کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ جادو گر جو کچھ بھی ڈالیں گے وہ حقیر ہی ہو گا کہ وہ کوئی حقیر سی شے ہو گی جو اس لائق نہیں کہ اسے کسی نام سے پکارا جائے۔)(
- قولہ: ﴿صُمٌّ بُكْمٌ﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۱۸) اس میں ایجاز حذف یعنی حذف مبتداء ہے یعنی ھم محذوف ہے یا المنافقون محذوف ہے۔ زبان کو ان کے ذکر سے بچانے اور ان کی تحقیر کیلئے۔(الاتقان))(
- قولہ: ﴿يَنْقُضُونَ﴾ (سورۃ البقرۃ ۲:۲۷) نقض یہ فسخ اور ترکیب کے توڑنے کو کہتے ہیں۔ اگر تو کہے کہ ابطال عہد میں نقض کے لفظ کا استعمال بھلا کیسے درست ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتبار سے کہ استعارہ کے طور پر عہد کا نام جبل رکھا ہے کیونکہ اس میں متعاقدین کے درمیان مضبوط تعلق ہوتا ہے۔ کشاف۔ اس آیت میں استعارہ تخیلیہ اور تمکینیہ ہے۔(الاتقان))(
- قولہ تعالیٰ: ﴿الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ (سورۃ الفاتحہ ۱:۵) اس میں استعارہ تحقیقیہ ہے۔(الاتقان))(

مولانا اشرف علی تھانوی نے تفسیر بیضاوی کے جن حواشی سے استفادہ کیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی

حاشیہ القونوی عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی۔ یہ امام بیضاوی کی تفسیر پر حاشیہ ہے۔ اس میں سے مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بلاغی مباحث کو اخذ کیا ہے۔ مثلاً

- عصام ﴿لِمَنْ تَبِعَ﴾ (سورۃ آل عمران ۳:۷۳) میں کہتے ہیں: ایمان کو بمعنیٰ اقرار بنایا گیا ہے تاکہ لِمَنْ تَبِعَ کی لام کی توجیہ بیان کی جا سکے کیونکہ ایمان بذات خود متعدی ہے اور یہاں لام تعدیہ لانے کا مقام نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ دل سے تصدیق نہ کرو مگر اس کی جو تمہارے دین کا تابعدار بنے۔)(
- ﴿قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ﴾ (سورۃ آل عمران ۳:۱۵) سے مراد اس بات کی تقریر ہے کہ اللہ کا ثواب دنیاوی لذات سے بہتر ہے۔ عصام کہتے ہیں: اللہ کے پاس نیک ثواب ہے اس کی خبر دینے کے بعد کیا۔ پھر انہیں اس بات کا شوق دلایا کہ جو ان کے پاس ہے، اللہ کے ہاں کا نیک انجام اور ثواب اس سے بہتر ہے اور یہ کہہ کر شوق دلایا۔ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ: پھر اس کے خیر ہونے کی تاکید یہ کہہ کر بیان کی کہ اس کا انجام اور ثواب بہتر ہے۔ پھر اسے ان لوگوں کیلئے نعمت خاصہ میں سے قرار دیا جو تقرب الی اللہ میں علم ہیں۔ پھر اس کی تفصیل بیان کی اور ہر ایک کی وہ صفت بیان کی جو اس کے دنیا اور مافیہا سے بہتر ہونے کا فائدہ دے۔)(
- قولہ: ﴿سنلقي﴾ (سورۃ آل عمران ۳:۱۵۱) مذکورہ سبق استقبال کیلئے ہے۔ اگر آیت رعب سے قبل نازل ہوئی ہے اور اگر رعب کے بعد نازل ہوئے ہے تو یہ مجرد تاکید کیلئے ہے جو تسویف سے خالی ہے اور نلقی یہ حکایت حالِ ماضیہ ہو گی۔(عصام))(

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

۲۔حاشیہ خفاجی

یہ شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی المصری (ت: ۱۰۶۹ھ) کا حاشیہ ہے، جو تفسیر بیضاوی پر لکھا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بعض مقامات پر ان کے اقوال کو بھی نقل کیا ہے۔ مثلاً

- قولہ: ﴿جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي﴾ (سورۃ سبا۳۴: ۱۷) خفاجی کہتے ہیں۔ قرآن میں مجازات صرف عقاب کے ساتھ مذکور ہے بخلاف لفظ جزاء کے کہ وہ عام ہے۔ میں کہتا ہوں: اس لیے دوسرے میں قید مذکور نہیں اور اول میں بما کفروا کی قید مذکور ہے۔)(

۳۔الانتصاف

یہ احمد بن محمد المعروف ابن المبتدا اسکندری (ت: ۶۸۳ھ) کی کتاب ہے جو کشاف کے حاشیے میں موجود ہے یا مطبوع ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بہت سے مواقع پر حاشیے میں سے بلاغی وضاحت کیلئے استفادہ کیا ہے۔ مثلاً

- قولہ: ﴿إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ﴾ (سورۃ ص۳۸: ۱۴) الانتصاف میں ہے کہ ان کی تکذیب کے تکرار میں یہ فائدہ ہے کہ جب مکذبین کی تعداد کے آحاد گنوانے میں کلام طویل ہو گیا، پھر ان کی تکذیب کی بناء پر انہیں آگھیرنے والا عذاب کے ذکر کا ارادہ کیا گیا تو اس کو مکرر لایا گیا، زیادتِ مذکور کو شمار کرنے کیلئے، تاکہ یہ رب تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ مل جائے۔ فَحَقَّ عِقَابِ: تاکہ متضاد طریق سے طویل کلام میں تازگی پیدا ہو جائے۔ جیسے کہ ارشاد ہے: وکذب موسیکہ وہاں بھی فعل مکرر لایا گیا تاکہ وہ اس قول کے ساتھ مل جائے: فاملیت للکافرین۔)(
- قولہ: ﴿سَعْيًا﴾ (سورۃ البقرہ۲: ۲۶۰) آپ نے طیرانا نہیں کہا، کیونکہ جب وہ پرندے دوڑتے ہوئے آئیں گے تو ان کو زیادہ اثبت طریقے سے دیکھ سکیں گے بہ نسبت اس کے جب وہ اڑتے ہوئے آئیں گے۔ واللہ اعلم۔ (الانتصاف))(

۶۔تفسیر مظہری

یہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی نقشبندی حنفی (ت: ۱۲۲۵ھ) کی تفسیر ہے جو تفسیر مظہری کے نام سے مرسوم ہے۔ مولانا نے پوری تفسیر میں چند ایک مقامات پر ان سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مثلاً

- قولہ: ﴿مِمَّا نَزَّلْنَا﴾ (سورۃ البقرۃ۲: ۲۳) یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے جو پیش آمدہ حوادث وواقعات کے مطابق ہوا اور یہ ان کے شک کا سبب بن گیا کیونکہ انہوں نے قرآن کے نزول کو شعراء کے کلام پر قیاس کیا اور کافروں کا یہ کہنا: لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ۔ سو اس طور پر انہیں چیلنج کرنا واجب تھا تاکہ شبہ کا ازالہ اتمام حجت ہو سکے۔ (مظہری))(
- قولہ: ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ (سورۃ البقرۃ۲: ۲۶) اما اس حرف میں شرط کا معنیٰ پایا جاتا ہے، اسی لیے اس کا جواب فا کے ساتھ ہے اور کلام میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے زائد تاکید حاصل ہوتی ہے جیسا یہ کہنا کہ زید ذاھب۔ لیکن جب تم تاکید کے ساتھ یہ کہنا چاہو کہ وہ ضرور ہی جائے گا اور یہ بالکل جانے کے درپے ہے اور

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

یہ کہ اس کا جانے کا ارادہ بے حد پختہ ہے تو تم کہو گے کہ فامازید فذاھب۔ سو دونوں جملوں کو مصدر بنا کر لانے میں امر مومنین کی عظمت کو بتلانا ہے اور یہ کہ انہیں اس کے حق ہونے کا علم ہے اور کافروں کو جو غافل کہا تو یہ انہیں کلمہ حمقاء کی تہمت دینا اور ان کے عناد کی طرف اشارہ ہے۔(مظہری))(

۷۔المستدرک

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری(ت:۴۰۵ھ) کی مشہور کتاب "المستدرک علی الصحیحین" ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ مثلاً

- قولہ:﴿إِنَّهُ الْحَقُّ﴾(سورۃ القصص۲۸:۵۳) نیشاپوری میں ہے کہ یہ حق پر ایمان لے آنے کی تعلیل ہے، کیونکہ اس کا اللہ کی طرف سے حق ہونا اس پر ایمان لانے کو واجب کرتا ہے۔)(
- قولہ:﴿ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾(سورۃ القصص۲۸:۶۱) اس میں تمتع سے احضار کے حال کی تراخی کا بیان ہے نا کہ ایک وقت سے دوسرے وقت کی تراخی مراد ہے جیسا کہ نیشاپوری میں ہے۔)(
- قولہ:﴿لِمَنِ اتَّبَعَكَ﴾(سورۃ الشعراء۲۶:۲۱۵) نیشاپوری میں ہے کہ یہاں لمن اتبعک کا اضافہ کیا(یعنی للمؤمنین نہ کہا) تاکہ کسی کا وہم اس طرف نہ چلا جائے کہ عاجزی اختیار کرنا، کندھے جھکانا، یہ تواضع اور نرمی ہے کہ یہ صرف مؤمنوں کے ساتھ خاص ہے جو آپ کے خاندان اور کنبہ سے ہے۔ اور لِمَنِ اتَّبَعَكَ کے قول پر اقتصار نہ کیا کیونکہ ان میں سے بہت سارے نسب اور قرابت کی وجہ سے آپ کی اتباع کرتے تھے۔)(

۸۔مواہب الرحمن جامع البیان

یہ تفسیر "مواهب الرحمن جا مع البيان" سید امیر علی ملیح آبادی کی تفسیر ہے، اسے جامع البیان بھی کہا جاتا ہے۔ مولانا نے اس تفسیر سے بھی بعض مقامات پر استفادہ کیا ہے۔ مثلاً

- قولہ:﴿لَآيٰتٍ﴾(سورۃ الحجر۱۵:۷۵) کسی جگہ آیات اور کسی جگہ آیۃ۔ کیونکہ پہلی جگہ میں مشار الیہ پورا قصہ ہے اور اس میں متعدد عبرتیں مذکور ہیں اور دوسری میں مشار الیہ ہلاک شدہ بستیاں ہیں، جن کا مشاہدہ ایک بات پر ہی دلالت کرتا ہے اور وہ ہلاکت ہے اور رہی یہ بات کہ یہ ہلاکت کسی بناء پر ہوئی تھی تو اس کیلئے پورا قصہ سننے کی حاجت ہے۔(من المواھب))(
- قولہ:﴿إِنْ نَعْفُ﴾(سورۃ التوبہ۹:۶۶): اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ شرط جزا کا سبب بھی نہیں ہوتی اور نہ اس کو ملزوم ہوتی، تب پھر یہاں شرطیت کے معنیٰ کیونکر ہیں؟ اس کے متعدد جوابات دیے گئے۔ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں جزا مقدر ہے اور معنیٰ یہ ہے: إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ۔ تو یہ کل کے عضو کو مستلزم نہ ہوگا کیونکہ ہمارا ارادہ ایک طائفہ کی تعذیب میں جذم اور مبالغہ ہے جو مقام توبیخ کا اقتضاء ہے۔(من المواھب))(

۹۔مدارک

"مدارك التنزيل وحقائق التاويل" اسے تفسیر النسفی بھی کہتے ہیں۔ ابو البرکات عبداللہ ابو احمد بن محمود النسفی کی تفسیر ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے ان کا حوالہ دیتے ہوئے "فی مدارک" لکھا ہے۔ مثلاً

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

- قولہ: ﴿لِيُذْهِبَ﴾ (سورۃ الاحزاب ۳۳:۳۳) مدارک میں ہے: ذنوب کیلئے رجس کو اور طہر کو تقویٰ کیلئے بطور استعارہ کے لیا ہے، کیونکہ برائیوں میں پڑنے والا ان سے اس طرح متلوث ہو جاتا ہے جیسے بدن نجاستوں سے متلوث ہو جاتے ہیں اور جو نیکیوں میں پڑتا ہے وہ دھلے کپڑے جیسا صاف ہو جاتا ہے۔)(
- قولہ: ﴿لَهُ مَقَالِيدُ﴾ (سورۃ الزمر ۳۹:۶۳) مدارک میں ہے کہ یہ کنایہ کے باب میں سے ہے کیونکہ خزائن کا محافظ اور اس کے امر کا مدبر وہی ہے جو اس کی مقالید کا ملک ہو، اسی سے یہ قول ہے: فلان یملک مقالید الملک (فلاں ملک کی چابیوں کا مالک یعنی ملک کے امر کا مدبر ہے)۔ مقالید چابیوں کو کہتے ہیں اس کی واحد اقلید ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انہی لفظوں سے اس کا واحد نہیں آتا۔ اصل میں فارسی کلمہ ہے۔)(

۱۰۔ تفسیر الخازن

یہ علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم صوفی بغدادی المعروف بالخاذن (ت: ۷۴۱ھ) کی تفسیر ہے۔ ایک، دو مقامات پر مولانا نے ان سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مثلاً

- قولہ: ﴿وَالنَّخْلُ﴾ (سورۃ الرحمٰن ۵۵:۱۱) تفسیر خازن میں ہے: سب درختوں میں سے کھجور کے درخت کے ذکر پر اکتفاء کیا، کیونکہ کھجور کا درخت سب سے زیادہ اور سب سے بڑی برکت والا ہے۔)(

اس کے علاوہ تفسیر کبیر، تفسیر ابنِ کثیر، تفسیر جلالین وغیرہ سے بھی استفادہ کیا ہے مگر چند ایک مقامات پر۔

۱۱۔ تفسیر کبیر

یہ امام الفخر الرازی (ت: ۶۰۴ھ) کی تفسیر ہے۔ ایک مقام پر اس سے بھی قول نقل کیا ہے۔ مثلاً

- قولہ: ﴿مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ﴾ (سورۃ حم سجدہ ۴۱:۲۵) غایت درجے سے کنایہ ہے جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے کہ ان کی طرف بھیجے جانے والے رسول ان کی طرف آئے ہر طرف سے اور ان پر خوب محنت کی اور انہوں نے ہر حیلہ اختیار کیا۔)(

۱۲۔ جلالین

یہ دو جلیل القدر مفسرین "جلال الدین محمد بن احمد المحلی" (ت: ۸۶۴ھ) اور "جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی" (ت: ۹۱۱ھ) کی تفسیر ہے۔ اس سے بھی مولانا چند مقامات پر استفادہ کیا ہے۔ مثلاً

- قولہ: ﴿وَجَعَلْنَا﴾ (سورۃ یٰس ۳۶:۹) یہ ایک اور تمثیل ہے، جیسا کہ جلالین میں ہے۔ شاید پہلی تمثیل اس کیلئے ہے جو بہت دور ہے اور دوسری تمثیل اس کیلئے جو کم دور ہے اور کوئی کلمہ نہیں لایا گیا اور مجموع کی تمثیل کے قصد کیلئے تاکہ بعض کی بعض کے ساتھ تشبیہ کیلئے صریحاً۔ جیسا کہ بقرہ میں ہے اگرچہ مراد وہی ہے۔)(

۱۳۔ استاذی (مولانا رشید احمد گنگوہی)

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے چند مقامات پر اپنے استاد مولانا رشید احمد گنگوہی سے بھی بلاغی امور کے حوالے سے استفادہ کیا ہے اور سورۃ الفاتحہ میں ان کا نام درج کیا ہے اور باقی مقامات پر "استاذی" لکھ کر حوالہ دیا ہے۔ مثلاً

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 30, 2026

- قولہ: ﴿علی قلوبھم﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۷) یہاں قلوب اور ابصار کو تو جمع لایا گیا، جبکہ سمع اور کیونکہ جب اسماع ادراک میں اکٹھی ہیں تو گویا کہ یہ ایک شی ہیں۔ بخلاف باقی کے دو کے کہ ان میں ادراک ایک دوسرے کے بعد آتا ہے۔ (استاذی))(

نتیجہ بحث

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی فقید المثال تفسیر ''بیان القرآن'' میں اصل مرادِ الٰہی تک پہنچانے کیلئے آیات قرآنیہ کی جو بلاغی وضاحت کی ہے وہ مختصر، جامع اور آسان فہم ہے اور اس میں انہوں نے متقدمین اور متاخرین کی آراء کو بھی قاری کے سامنے پیش کیا کہ قاری کلام الٰہی کی اصل مراد تک بھی پہنچ جائے اور قرآن کے اعجازی پہلو سے بھی آگاہ ہو جائے۔

حوالہ جات

1. تھانوی، اشرف علی، محمد، مقدمہ تفسیر بیان القرآن، دارالاشاعت، اردو بازار کراچی، ۲۰۱۵ء، ج ا، ص ۴۰
2. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ا، ص ۴۵
3. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ا، ص ۴۰
4. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ا، ص ۴۲
5. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ا، ص ۴۱
6. ارشد، عبدالرشید، بیس بڑے مسلمان، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور، ص ۳۳۲
7. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ا، ص ۳۶۷
8. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۹۵
9. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ا، ص ۶۳
10. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ا، ص ۵۹
11. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۳۸
12. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۱۷۸
13. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۱۸۳
14. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ا، ص ۷۵
15. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۱۲۲
16. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۸۷۸
17. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ا، ص ۱۶۷
18. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۳۱۲
19. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۳۲۲
20. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۲۷
21. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۵۹
22. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۲۱
23. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۶۹

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 6 | June 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

24. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۸۶
25. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۲، ص۱۵۳
26. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۶۵
27. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۱، ص۲۱۲
28. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۱، ص۲۲۸
29. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۱، ص۲۸۵
30. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۲۰۸
31. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۳۱۲
32. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۳۳۷
33. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۵۴۰
34. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۷۸۳
35. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۹۲۶
36. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۲، ص۵۹
37. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۳۸۹
38. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۵۲۶
39. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۱، ص۴۹۹
40. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۲، ص۵۷۱
41. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۲، ص۱۶۱
42. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۸۹
43. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۲، ص۲۵
44. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۲، ص۱۴۸
45. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۲، ص۵۵۰
46. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۸۰۵
47. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۳۳
48. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۱، ص۲۹۲
49. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۱، ص۲۸۲
50. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۵۶
51. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۲۹۸
52. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۱، ص۲۷۴
53. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۲، ص۴۶۰
54. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۱، ص۳۸۲
55. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۲، ص۲۴۸
56. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۲، ص۴۵۱

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
June 30, 2026

57. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۴۸۱
58. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۵۶۶
59. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۸۰
60. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۵۸۔۵۹
61. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۴۹
62. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۵۸۔۵۹
63. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۵۵۴
64. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۳۴۳
65. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۳۷۶
66. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۴۰۹
67. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۳۷۲
68. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۷۹
69. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۴۵۳
70. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۴۹۴
71. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۴۲۱
72. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۲۵
73. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۴۹
74. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۹۲
75. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۱۵۵
76. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۱۶۳
77. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۶۳۔۶۴
78. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۶۳۔۶۳
79. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۷۱
80. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۴۵۶
81. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۱۲
82. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۷۴
83. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۹۹
84. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۳۱۵
85. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۵۶
86. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۶۳۔۶۴
87. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۷۵
88. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۴۹
89. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۳۸۲

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2026

90. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۱، ص۳۴۳
91. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۱، ص۴۴۱
92. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۲۹۸
93. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۳۸۹
94. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۱، ص۲۹۲
95. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۱، ص۶۸
96. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۱، ص۷۱
97. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۱۴۰
98. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۱۴۵
99. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۸۰
100. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۲، ص۴۷۶
101. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۲، ص۲۱۲
102. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۲۵۶
103. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۴۳۴
104. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۶۹۵
105. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۴۷۴
106. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۳، ص۳۳۷
107. اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج۱، ص۵۹